HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

جدید اُردو غزل میں تنہائی کا کرب

Anguish of loneliness in Modern Urdu Ghazal

نور عباس
پی ایچ ڈی اسکالر (اردو)
جی سی یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر تبسم کاشمیری

Abstract
Anguish of loneliness is the favorite topic of poets and writers of every genre of literature of the world. This anguish of loneliness is not partially but entirely reflecting in modern urdu ghazal. Apart from collective consciousness and tradition of urdu poetry people are dealing with social, political, economic, cultural, literary and lingual problems pf third world led them to the sense of loneliness. That's why loneliness has secured a position of dominant trend in modern urdu ghazal. This dissertation reviews the critical analysis of loneliness in modern urdu ghazal.

Keywords:
تنہائی کا کرب، تنہائی، پسندیدہ، جدید اردو غزل، تنقیدی جائزہ، تجزیہ

بیسویں صدی کی چھٹی دہائی کے آخر میں جدیدیت ایک رجحان کی شکل میں سامنے آتی ہے اور اسی رجحان کے تحت لکھی جانے والی غزل "جدید غزل" کہلاتی ہے۔ ۱۹۵۰ء کے بعد شاعروں اور ادیبوں کا ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جو ترقی پسند تحریک کے ادبی اور فکری نظریات و تصورات سے مکمل انحراف کر رہا تھا۔ جدید شاعر اور نقاد اس بات پر متفق تھے کہ سچی اور خالص شاعری غیر مشروط ذہن اور خیالات کی شاعری ہے۔ بقول عمیق حنفی (۱۹۲۸ء:۱۹۸۸ء):

> "غیر مشروط ذہن سے مراد وہ ذہن نہیں ہے جو فلسفہ، سیاست، تاریخ، سائنس، مذہب وغیرہ سے کوئی واسطہ ہی نہ رکھتا ہو بلکہ وہ ذہن ہے جو حساس اور باشعور ہو جو خارج میں واقع ہونے والے تغیرات کا اثر قبول کرتا ہو، لیکن کسی کے تابع نہ ہو، باہر سے ہدایت یا (Dictation) لے کر شعر کہنے پر مجبور نہ ہو بلکہ داخلی ضرورت کے تحت اپنے آپ کو تخلیق میں مبتلا کرے۔" [۱]

جدید غزل کی تشکیل میں دو عالمی جنگوں کا بھی بڑا گہرا اثر اور اہم کردار ہے۔ ان جنگوں نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ دوسرا بڑا محرک تقسیم ہند کا واقعہ تھا جس کے نتیجے میں جیتی جاگتی زندگی دیکھتے ہی دیکھتے اُجڑ گئی۔ اس تقسیم کے نتیجے میں ظلم و ستم، کشت و خون کا بازار ہر طرف گرم نظر آتا ہے۔ تقسیم صرف زمین کی نہیں ہوئی بلکہ دلوں کو بھی تقسیم کر دیا گیا۔ اس تقسیم نے اجتماعیت کے تصور کو بالکل جھُٹلا دیا۔ اجتماعیت کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے اور فرد کی زندگی سمٹ کر رہ گئی۔ جدید غزل میں انفرادیت کے رجحان کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے۔

فرد کی زندگی میں احساس تنہائی کوئی نیا تجربہ نہیں ہے۔ احساس تنہائی انسانی شعور کے آغاز سے ہی فرد کی داخلی دنیا میں قیام پذیر ہے۔ داخلیت فرد کے تجربات و محسوسات کا نام ہے اور داخلیت کی سرحد پر پہلی منزل تنہائی ہے۔ تنہائی کا احساس فرد کے ذاتی احوال اور مخصوص حالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سماجی، اخلاقی اور مذہبی ضابطوں کے انحراف سے بھی فرد میں احساس تنہائی پیدا ہوتا ہے۔ شاعر، ادیب، مفکر اور پیغمبر بھی اسی احساس تنہائی کا دکھ اُٹھاتے تھے۔ سماجی و معاشرتی اقدار کا دباؤ اور اپنے مقاصد کی تکمیل اور مسائل و معاملات کی فکر بھی تنہائی کی موجب ہے۔ غرض تنہائی ایک عالمگیر تجربہ ہے۔

پاک و ہند کی جدید اُردو غزل میں احساس تنہائی کے کرب کی بنیادی وجہ تیسری دنیا کے سیاسی، معاشی، معاشرتی حالات ہیں۔ مغربی تہذیبی جارحیت، فوجی مادیت، اقتصادی آمریت، استحصالی صارفیت، ظلم و بربریت، افلاس و غربت، بیماری و جہالت، تقلیدی مذہبیت، بنیاد پرستی اور خود غرضی جیسے خطرناک اور مہلک مسائل نے فرد کو مزید بحران و انتشار میں مبتلا رکھا۔ جس کے نتیجے میں تنہائی اور فکری کرب کا احساس شدید تر ہو گیا۔ ہندوستان اور پاکستان میں کہی جانے والی جدید غزل میں یہ فکری کرب نمایاں ہے۔ ناصر کاظمی (۱۹۲۵ء۔۱۹۷۲ء) کی غزل میں اکیلے پن کا احساس وسیع پیمانے پر شعری تجربے کا حصہ بنا:

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصرؔ
اُداسی بال کھولے سو رہی ہے
دل تو میرا اداس ہے ناصرؔ
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

پاکستانی شعرا سلیم احمد، شہزاد احمد، احمد فراز، احمد ندیم قاسمی، افتخار عارف، قتیل شفائی اور ظفر اقبال کی غزل میں تنہائی اور اکیلے پن کا کرب مختلف انداز میں نظر آتا ہے:

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

بین کرتی ہے دریچوں پہ ہوا
رقص کرتی ہے سیہ پرچھائیں (سلیم احمد)

ڈرتا ہوں میرے سر پہ ستارے نہ آ پڑیں
چلتا ہوں آسماں کی طرف دیکھتا ہوا (شہزاد احمد)

رہتے ہیں اہل شہر کے سائے سے دُور دُور
ہم آہوانِ دشت کی صورت ڈرے ڈرے (احمد فراز)

اتنا مانوس ہوں سناٹے سے
کوئی بولے تو برا لگتا ہے (احمد ندیم قاسمی)

لوگ ہی آن کے یکجا مجھے کرتے ہیں کہ میں
ریت کی طرح بکھر جاتا ہوں تنہائی میں (ظفر اقبال)

انسان کے داخلی ارتقا کے اولین مرحلوں میں تنہائی کے احساس کا فکری کرب درد و غم، خوف و دہشت، اضطراب و انتشار، بے ثباتی، محرومی، نااُمیدی اور حسرت و یاس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستانی شعرا کے کلام میں بھی کم و بیش اسی قسم کے احساسات و جذبات اور داخلی کرب نمایاں ہیں۔ ہندوستانی شعرا کے کلام کے نمونے درج ذیل ہیں:

اکیلا چاند آئینے کو ترسے
بھرے تالاب میں کائی پڑی ہے (شاہینؔ غازی پوری)

عجیب رونا سسکنا نواح جاں میں ہے
یہ اور کون میرے ساتھ امتحاں میں ہے (بانیؔ)

اس اکیلے پن کے ہاتھوں ہم تو فکریؔ مر گئے
وہ صدا جو ڈھونڈتی تھی جنگلوں میں کھو گئی (پرکاش فکریؔ)

بیسویں صدی کے مفکروں، دانشوروں اور شاعروں نے احساس تنہائی کو ایک خطرناک داخلی بیماری قرار دیا ہے اور اس کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بڑی جنگوں اور صنعتی ترقی کے پھیلاؤ نے احساس تنہائی کے فکری کرب کو عالمگیر بنا دیا ہے۔ زراعتی معاشرے سے صنعتی تمدن کے اس سفر نے فرد کو لاچار، بے بس اور تنہا کر دیا ہے۔ ہندوستانی اور پاکستانی شعرا کی جدید غزل میں تنہائی کے اس کرب کا اظہار صاف نظر آتا ہے۔ جدید دور کا انسان اسباب و علل کی گرفت میں ہے اور خارجی اور داخلی سطحوں پر اس کی شکل بگڑ گئی ہے۔ صنعتی ترقی نے فرد سے اُس کی انفرادیت اور داخلیت چھین لی ہے جس سے احساس تنہائی شدت اختیار کر گیا۔

بقول ڈاکٹر سرور الہدیٰ (۱۹۷۱ء)

"یہ محض اتفاق نہیں کہ آزادی کے بعد کی غزل کے حوالے سے جو چند اہم نام اُبھر کے سامنے آئے اُن میں زیادہ تر شعرا پاکستان سے تعلق رکھتے تھے۔ وزیر آغا نے ناصر کاظمیؔ، شکیب جلالیؔ، شہزاد احمد اور ظفر اقبال کو بطور خاص جگہ دی ہے۔ وزیر آغا ان تینوں شاعروں کے حوالے سے فرد کی تنہائی اور فرد کے داخلی اضطراب کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نئی غزل کا نمایاں مسئلہ دراصل فرد کا داخلی اضطراب ہے۔" ۲

ناصر کاظمیؔ کا داخلی اضطراب اور احساس تنہائی کا کرب ان اشعار میں واضح ہے:

ترے آنے کا دھوکا سا رہا ہے
دیا سا رات بھر جلتا رہا ہے

ایک سمے ترا پھول سا نازک ہاتھ تھا میرے شانوں پر
ایک یہ وقت کہ میں تنہا اور دکھ کے کانٹوں کا جنگل

تنہائی کا ایک مطلب خاموشی بھی ہے اور دوسروں سے خود کو چھپانا بھی ہے، جدید غزل میں تنہائی کا مطلب زندگی سے گریز ہے اور ایک ایسا ہی احساس شکیبؔ جلالی (۱۹۳۴ء۔۱۹۶۶ء) کے اس شعر میں نظر آتا ہے:

میں آدم گزیدہ ہوں جو تنہائی کے صحرا میں
خود اپنی چاپ سن کر لرزہ براندام ہو جائے (شکیبؔ جلالی)

ہندوستانی غزل گو شاعر خلیل الرحمن اعظمی (۱۹۲۷ء۔۱۹۷۸ء) نے تقسیم ہند کے بعد روتے بلکتے انسانوں اور لہولہو سرزمین کو بہت قریب سے دیکھا۔ اُن کی غزل میں تنہائی کا کرب بھی تقسیم ہند کا نتیجہ تھا۔ تقسیم ہند کے سانحے نے ہندوستانی اور پاکستانی جدید غزل گو شعرا پر احساس تنہائی اور داخلی کرب کے یکساں اثرات چھوڑے جس کا اظہار جدید غزل میں نہایت شدید ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

کیا کہیں ہم کہ ازل سے ہی ملی تھی ہم کو
ایسی تنہائی کہ تم سے بھی مداوا نہ ہوا
وہ دن کب کے بیت گئے جب دل سپنوں سے بہلتا تھا
گھر میں کوئی آئے نہ آئے ایک دیا سا جلتا تھا (خلیل الرحمن اعظمی)

اُن کے اشعار میں تہذیبی ماحول کے ختم ہو جانے کا احساس اور تنہائی کے کرب کا نوحہ شدید ہے:

شور سا ہے لہو کے دریا میں
کس کی آواز آ رہی ہوگی

پھر میری روح میرے گھر کا پتہ
میرے سائے سے پوچھتی ہوگی (خلیل الرحمن اعظمی)

ہندوستانی جدید غزل گو شاعر مظہر امام (۱۹۲۸ء۔۲۰۱۲ء) نے جدیدیت سے متاثر ہو کر تنہائی کو اپنا موضوع بنایا۔ اُن کی پہلی غزل کی "ردیف" ہی "تنہا" ہے۔

ہے بھرے درختوں کے باوجود بن تنہا
روز و شب کے ہنگامے ، پھر بھی انجمن تنہا
رت جگوں کے وہ ساتھی کس جہاں میں بستے ہیں
کیا ہمیں تک آئے گی صبح کی کرن تنہا (مظہر امام)

ہندوستانی جدید غزل گو شاعر شہریار (۱۹۳۶ء۔۲۰۱۲ء) اپنے عہد کی حسیت کو پیش کرنے میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ اُن کے یہاں داخلی اضطراب اور تنہائی کے کرب کا تجربہ دوسرے شاعروں سے مختلف نہیں ہے:

دیار دل نہ رہا بزم دوستاں نہ رہی
اماں کی کوئی جگہ زیرِ آسماں نہ رہی
دکھ ہے اکیلے پن کا مگر یہ ناز بھی ہے
بھیڑ میں انسانوں کی کھوئے نہیں
میں اکیلا ہی سہی مگر کیسے
ننگی پرچھائیوں کے بیچ رہوں (شہریار)

سید جابر علی جابر (۱۹۲۳ء۔۱۹۸۵ء) اپنے مضمون "جدید نظم، جدید غزل اور جدید طرز احساس" میں لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تنہائی کا موضوع المیہ موضوع ہونے کی بنا پر بڑی دلکشی رکھتا ہے۔ المیہ صورتِ حال فنون لطیفہ کا محبوب اور پر کشش مضمون ہے۔ یونانی اور شیکسپیرین المیوں کی عظمت اور دلکشی کا بڑا راز اُس کے موضوع کی محبوبیت میں ہے اور جہاں موضوع اتنا پر کشش ہو گا آرٹسٹ کا تخیل اور بصیرت اور فن زیادہ آسانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔" ۳

تنہائی کے اس فکری کرب نے پاک و ہند کی جدید غزل میں اظہار کے مماثل انداز اختیار کیے۔ ہندوستانی اور پاکستانی غزل گو شعرا کے کلام میں ہر شاعر احساس تنہائی کے کرب اور اُس کے متعلقات کو اپنی غزل کا موضوع بناتا ہے اور پیش کش کے نئے رخ نکالتا ہے۔ ان شعرا نے "تنہائی کے کرب" کو نئی معنویت کے ساتھ محسوس کیا اور یہ کرب روایتی طور پر محبوب سے جدائی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ دنیا کی حقیقت، سائنسی ترقی کی فراوانی اور معاشرے میں اپنے دوستوں اور اپنوں کی لاتعلقی اور اجنبیت کا نتیجہ تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

عادت سی بنا لی ہے تم نے تو منیرؔ اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا (منیر نیازی)
ساری دنیا ہمیں پہچانتی ہے
کوئی ہم سا بھی نہ تنہا ہوگا (احمد ندیم قاسمی)
مجھ سے تیرہ فام ہوں یا خوب صورت آدمی
بن گئے ہیں ان دنوں پتھر کی مورت آدمی (صہبا اختر)
زندگی بھر کی شناسائی چلی جائے گی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

گھر بسا لوں گا تو تنہائی چلی جائے گی
بس اب کے اتنی تبدیلی ہوئی ہے
پرانے گھر میں تنہائی نئی ہے (سلیم کوثرؔ)

پاک وہند کی جدید اُردو غزل میں فکری، موضوعاتی اور انسانی متعلقات کی حسیت نمایاں ہے۔ جدید غزل میں فرد کی تنہائی اور اکیلے پن کے دل دوز نوحے رقم ہوئے ہیں۔ اکیلے پن اور تنہائی کے لمحات میں فرد خود کو اکیلا محسوس کر تا ہے۔ جہاں اُس کی خواہشات شدید ہو جاتی ہیں۔ ان لمحات میں وہ اپنے من کی دنیا میں ایک ایسا جہان تخلیق کر لیتا ہے جہاں وہ اپنی ناکام حسرتوں، تمناؤں، اُمیدوں اور خواہشوں کو پورا ہوتا ہوا دیکھتا ہے۔ بند کمروں کی گھٹن کا احساس درج ذیل اشعار میں نمایاں ہے:

رات بھر چاند کی ٹھنڈک میں سلگتا ہے بدن
کوئی تنہائی کے دوزخ سے نکالے مجھ کو (محسن احسانؔ)
بارشیں چھت پہ کھلی جگہوں پہ ہوتی ہیں مگر
غم وہ ساون ہے جو بند کمروں کے اندر برسے (بشیر بدرؔ)
لبوں کے پاس سے ہو کر مجھے گزرنے دے
میں اپنے جسم کی سرگوشیاں سُنوں کب تک (شہریارؔ)

عرفان صدیقی (۱۹۳۹ء۔۲۰۰۴ء) ڈوبتی شام میں اپنے ارد گرد کی ہر شے کو خاموش، افسردہ اور کرب میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اُن کے ان اشعار میں پرندے، نقش کف پا، ڈوبتی شام، صوت وصدا، دعائیں، صحیفے سب کچھ خاموش ہیں:

ڈوبتی شام پرندوں کی نوا بھی خاموش
دل میں سناٹا تو باہر کی فضا بھی خاموش
دیکھتے دیکھتے دروازے نظر سے اوجھل
بولتے نقش کف پا بھی خاموش
شہر خوابیدہ میں فریادؔ نہ عکس فریاد
آخری سلسلۂ صوت و صدا بھی خاموش
اب دعائیں نہ صحیفے سرِ دنیائے خراب
میں بھی خاموش ہوا میرا خدا بھی خاموش (عرفان صدیقی)

جدید اردو غزل میں فرد کا سب سے اہم مسئلہ محدودیت اور بے معنویت کی زندگی بسر کرنا ہے لیکن کبھی کبھی اس بے معنی اور محدود زندگی کے خلاف وہ متحرک بھی نظر آتا ہے۔ اور اس کے لیے وہ حالات سے گھبرا کر اندھا دھند بھاگتا ہے کہ شاید کوئی مصروفیت، کوئی شہر، کوئی محبوب مشغلہ اُس کی نجات کا ذریعہ بن جائے مگر بالآخر وہ بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہے اور زندگی کے اس سفر میں پھر سے تنہا ہو جاتا ہے۔

سرگشتہ سراب تھے دشتِ صدا میں ہم
ایسے کہ خود بھٹک گئے رستہ دکھا کے ہم (ظفر اقبال)
عمر بھر مصروف ہیں مرنے کی تیاری میں لوگ
ایک دن کے جشن کا ہوتا ہے کتنا اہتمام (خلیل الرحمن اعظمی)
بارش کی بوند بوند سے ڈرتا تھا میرا دل
اک ریت کے مکان کا معمار میں بھی تھا (مخمور سعیدی)
میں ایک ہُو کا تماشا تمام سمتوں پر
مری صدا کے سفر میں سراب کیوں آیا (منیر نیازی)
جنوری کی سردیوں میں ایک آتش داں کے پاس
گھنٹوں تنہا بیٹھنا بجھتے شرارے دیکھنا (سلیم احمد)

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

جدید غزل میں "تنہائی کا فکری کرب" ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور یہی جدید زندگی کے مثبت اور منفی رویوں کو احساسات کا منبع ہے۔ بقول ڈاکٹر رشید امجد (۱۹۴۰ء۔۲۰۲۰ء):

> "نیا غزل گو ایک طرف تو اجتماعی لاشعور کے زیرِ اثر ماضی سے وابستہ رہنا چاہتا ہے لیکن دوسری جانب اُس کا اپنا وجود زمانے کے تقاضوں سے ٹکرا ٹکرا کر کرچ کرچ ہوا جا رہا ہے۔ اس متضاد کیفیت نے نئی غزل میں تنہائی اور اکیلے پن کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ یہ احساس کہیں کہیں فرار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ شاعر خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے مجمع میں تنہائی کا احساس نئی غزل میں بہت نمایاں ہے۔" ۴؎

مختصر یہ کہ جدید غزل میں "تنہائی کا فکری کرب" ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے اور مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے۔ تنہائی، اکیلا پن، علیحدگی، خلوت، بے زاری، مایوسی، داخلی کیفیت سب تنہائی کے فکری کرب کی مختلف اشکال ہیں۔ جدید اُردو غزل کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر فرد کی تنہائی کی وجہ ماحول اور معاشرے کی بے نیازی ہے تو اس سے رہبانیت، یکسانیت، بے زاری اور مایوسی جیسے رجحانات نے جنم لیا اور فرد کی داخلیت کا رویہ درد و غم، خوف، اضطراب، کرب اور ذہنی اور اندرونی خلفشار کا باعث بنا۔ جدید غزل میں جدید صنعتی معاشرے کی خود غرضی کے نتیجے میں فرد کی داخلیت کا رویہ جبری رجحان رکھتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اجنبیت، گریز، نفی ذات، بے یقینی، بے وطنی، دربدری اور بے گانگی جیسے رجحانات کا فکری کرب پیدا ہوا۔ پاک و ہند کے جدید غزل گو شعرا کے کلام میں یہ تمام داخلی و خارجی عناصر ایک تخلیقی تجربے اور فکری کرب کی صورت میں مماثل نظر آتے ہیں۔

بقول شمیم احمد (۱۹۳۳ء۔۱۹۹۳ء):

> "شاعری دراصل اُسی وقت شاعری کی تعریف میں آتی ہے جب وہ انفرادی اور اجتماعی تجربات، نظریات، انکار شخصیت کے انفرادی نقوش کو احساس کی سطح پر لے آئے اور جب شاعری احساس کی سطح پر آجاتی ہے تو وہ ہمیں شعر کے مفہوم کے علاوہ بھی بہت کچھ دیتی ہے۔" ۵؎

شمیم احمد کے اس قول کے مطابق جدید غزل میں نئے موضوعات کے ساتھ ساتھ وسعت و گہرائی اور سب سے بڑھ کر شدت احساس بھی شامل ہے۔ شدت احساس اور تنہائی کے کرب کا تعلق براہِ راست فرد کی داخلیت سے ہے جس پر جدید غزل کی بنیادی قائم ہے۔ جدید غزل میں تنہائی کے کرب کی شدت صنعتی، معاشرتی ترقی، حالات اور ماحول کی پیداوار ہے جس میں نیا غزل گو سانس لے رہا تھا۔ سماجی زندگی کی ابتری، اندرونی خلفشار، اقدار کی ناہمواری، روحانی تسکین کا فقدان اور ذہنی پیچیدگیوں نے مل کر جدید غزل گو شاعر کے احساس کو نازک بنا دیا جس سے احساس تنہائی کا کرب اور شدید ہو گیا۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

دھیان کی سیڑھیوں پر پچھلے پہر
کوئی چپکے سے پاؤں دھرتا ہے (ناصر کاظمی)

پھیلا ہوا تھا شہر میں تنہائیوں کا جال
ہر شخص اپنے اپنے تعاقب میں غرق تھا (سلطان اختر)

روح کے دشت میں اک ہو کا سماں ہے اے شاذؔ
دے گیا کون بھرے شہر میں بن باس مجھے (شاذ تمکنت)

میں بھی صحرا ہوں مجھے سنگ سمجھنے والو
اپنی آواز سے کرتے چلو سیراب مجھے (شہاب جعفری)

اگرچہ قدیم اور جدید غزل کا محبوب ترین موضوع عشق رہا ہے لیکن تنہای کا احساس ہر دور کے شاعر کا مقدر رہا ہے۔ لیکن قدیم غزل گو شعرا کی تنہائی اور جدید غزل گو شعرا کی تنہائی میں بڑا فرق ہے۔ پہلے شعرا کی تنہائی کا سبب اُن کی ذات تھی اور اکثر و بیشتر اُن کے لیے راحت و تسکین کا سامان تھی۔ اس کے برعکس جدید غزل شاعر کی تنہائی اس معاشرے کے ہر فرد کی تنہائی ہے اور تنہائی کا یہ احساس نہایت کرب ناک اور ہنگامہ خیز ہے۔ جدید دور کا انسان ہجوم میں بھی تنہا ہے اور اپنی ہی ذات کے زندان میں مقید ہے اور اپنی ہی زخمی روح کے عذابوں میں مبتلا ہے۔ جدید غزل گو شاعر کے اردگرد سناٹے چیختے ہیں اور خاموشیاں لاوا اُگلتی ہیں۔ جدید دور کا فرد خود کو اکیلا، بے بس اور بے وقعت سمجھتا ہے۔ وہ بھری دنیا میں تنہائی کا کرب جھیلتا ہے اور اُس کا پڑوسی اُس کے لیے اجنبی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خود کو اپنے گھر میں بھی مسافر یا مہمان تصور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنہائی کے اس کرب اور اس کے نتائج نے پوری شدت سے جدید غزل میں اظہار پایا ہے۔ ہر جدید غزل گو شاعر نے تنہائی اور اس کے متعلقات کو اپنی غزل کا موضوع بنایا ہے اور پیش کش اور اظہار کے نئے انداز اپنائے جو اس سے پہلے غزل سے بالکل مختلف ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

گھنے جنگلوں میں گم رستہ ہوا
بھری محفل میں تنہا ہو گئے ہیں (احمد فراز)

تنہائی کواڑ کھول دینا!
میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے (سلیم کوثر)

انگڑائی پر انگڑائی لیتی ہے رات جدائی کی
تم کیا سمجھو تم کیا جانو بات مری تنہائی کی (قتیل شفائی)

غم و نشاط کی ہر رہ گزر میں تنہا ہوں
مجھے خبر ہے میں اپنے سفر میں تنہا ہوں
تیرے خیال کے جگنو بھی ساتھ چھوڑ گئے
اُداس رات کے سُونے کھنڈر میں تنہا ہوں (مخمور سعیدی)

رونق زیست ہیں پاشیؔ یہ محبت بھرے دل
در و دیوار بنانے سے نہیں گھر بنتا (کمار پاشی)
بہت دنوں سے گزر گاہ خواب سُونی ہے
سرائے شام یہاں اور میں رُکوں کب تک (شہریار)

احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۴ء۔۲۰۰۴ء) اپنے مضمون ”ماضی قریب اور لمحہ رواں کی غزل“ میں تنہائی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”نئی غزل کا سب سے نمایاں اور مرغوب موضوع فرد کی تنہائی ہی رہا ہے مگر یہ تنہائی دوسرے انسانوں سے بیگانگی کی بجائے اُن کے قریب کی تمنا میں بدل گئی اور یوں اس کی حیثیت اثباتی ہو گئی۔“ ۶ے

اسی لیے جدید غزل میں ہمنوائی کی تمنا شدید تر نظر آتی ہے۔ جدید انسان تنہائی کے اس جنگل میں کسی ہم نفس اور ہم نوا کا منتظر ہے۔ بقول ناصر کاظمی:

عمر بھر کی نوا گری کا صلہ
اے خدا کوئی ہم نوا ہی دے
ہر شے پکارتی ہے پسِ پردۂ سکوت
لیکن کسے سناؤں کوئی ہم نوا بھی ہو (ناصر کاظمی)
تمام رات منڈیروں پر چاندنی دیکھی
تمام رات کسی گھر میں رتجگا نہ ملا (کشور ناہید)
وہ میرا ہو کے بھی شامل ہے قاتلوں میں میرے
اس انکشاف نے تقسیم کر دیا ہے مجھے
نہ دوستوں کی طرح ہیں نہ دشمنوں کی طرح
یہ کون لوگ صفِ دوستاں میں آنے لگے

جدید اُردو غزل میں تنہائی اور اکیلے پن کے احساس کی ایک بڑی وجہ تقسیم ہند اور ہجرت بھی ہے۔ ہجرت اور اُس کے نتیجے میں تنہائی کا کرب ناصر کاظمی کے کلام میں نمایاں ہے۔

ناصر کاظمی کی ہجرت ایک ناسٹیلجیا (Nostalgia) کی صورت دکھائی دیتی ہے اور ماضی کی بازیافت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اکیلے پن کے گہرے احساس کی ترجمان ہے:

مل ہی جائے گا رفتگاں کا سراغ
یونہی پھرتے رہو اُداس اُداس
دھیان کے آتش دان میں ناصرؔ
بجھے دنوں کا ڈھیر پڑا ہے

بقول ڈاکٹر محمد حسن (۱۹۲۶ء۔۲۰۱۰ء)

”پاکستان میں شعری حسیت کے کئی رُوپ تھے۔ ایک تو وہ مہاجر شعرا تھے جو ہندوستان کے مختلف قصبات سے ہجرت کر کے پاکستان پہنچے تھے۔۔۔ اُنھیں اپنا کھویا ہوا ماضی کا محاورہ عزیز تھا۔ افسانے میں اس رجحان کا نام تھا انتظار حسین تو اُردو غزل میں اس نازک اور نرم گوشے کا نام تھا ناصر کاظمیؔ۔“

۷ے

ہندوستانی جدید غزل گو شعرا میں بھی ہجرت اور تقسیم ہند کے بعد کا کرب اور اکیلے اور تنہا رہ جانے کا درد تنہائی کے احساس کو مزید راسخ کرتا ہے۔ ہندوستانی غزل گو شعرا بھی تنہائی اور ہجرت کے اس کرب سے بری نہیں ملاحظہ کیجیے:

کتنی شمعیں جلیں گی اس کے لیے
ختم کب ہو گی غم کی رات نہ پوچھ (جگن ناتھ آزاد)

کوئی منظر ہے نہ کوئی عکس اب کوئی خاکہ ہے نہ خواب
سامنا آج یہ کس لحۂ خالی کا ہے (بانی)

اے وطن پیارے وطن وہ بھی تجھے دے دیں گے
بچ گیا ہے جو لہو اب کے فسادات کے بعد (سردار جعفری)

پاک وہند کے جدید غزل گو شعرا کی جدید غزل میں ہجرت اور تقسیم ہند کے المیے نے تمام خواب، تمام خوش گمانیاں اور اُمیدیں لحۂ خالی میں گم کر دیں۔ اس ہجرت اور تقسیم کے نتیجے میں دونوں طرف کے جدید غزل گو شعرا کے کلام میں تنہائی کا کرب اور نیا منظر مایوس اور مہیب شام کی صورت ڈھلتا دکھائی دیتا ہے۔

بقول پروفیسر لطف الرحمن (۱۹۴۱ء۔۲۰۱۳ء):

"موجودہ میکانکی عہد میں تنہائی فضائے زندگی پر محیط ایک ہمہ گیر تجربہ ہے۔" ۸

اس تمام بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جدید غزل معاشرتی اور سماجی تبدیلیوں کی پیداوار ہے۔ جدید غزل میں سماجی، معاشرتی، سیاسی اور ذاتی فکر اور تنہائی کے کرب کا احساس موجود ہے۔ صنعتی انقلاب اور معاشرتی ترقی کی رنگینیوں اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کی جھلک جدید غزل کے موضوعات ہیں۔ آزادی کے بعد پاک وہند میں ایک نئے سماج کی تشکیل ہوئی۔ صدیوں سے قائم گنگا، جمنی تہذیب وتمدن کا تانا بانا بکھر گیا اور تمام سماج فرقوں اور صنعتی انقلاب کی خود غرضیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ طبقاتی کشمکش، فرقہ واریت، خود غرضی اور انا نے انسانوں میں دُوریاں پیدا کر دیں۔ جس کے نتیجے میں ظلم وستم، بربریت اور استحصال کا بازار گرم ہوا، انسانیت سسکیاں لینے لگی، فرد تنہائی کا شکار ہو گیا۔ سیاست خود فریبی اور ہوس ناکی میں بدل گئی۔ تعصب کی ایسی آگ بھڑک اُٹھی جس نے انسانی مہر ومروت کے اصولوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جدید غزل گو شاعران سماجی تبدیلیوں سے دوچار ہوا۔ زندگی کے نئے آداب اور نئے رویوں نے اُس میں بے زاری، اکیلا پن پیدا کر دیا۔ وہ سماجی ہجوم میں بھی تنہائی کا شکار ہو گیا اور بے اختیار چِلا اُٹھا۔

میں ایسے جمگھٹے میں کھو گیا ہوں
جہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے
کسی سے آشنا ایسا ہوا ہوں
مجھے پہچانتا کوئی نہیں ہے (صابر ظفر)

مختصر یہ کہ جدید غزل میں تنہائی کے کرب کا احساس حقیقت میں صنعتی معاشرے اور ترقی یافتہ سماج کی دین ہے اور یہ احساس جزوی نہیں بلکہ کلی ہے۔ فرد ایک دوسرے سے قریب رہ کر بھی دُور ہے۔ تنہائیوں کی بھیڑ میں فرد خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے اور اُس کا یہ کرب داخلی ہے خارجی نہیں ہے۔ جدید غزل کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آج کے انسان کی سب سے بڑی خواہش بس یہی ہے کہ کوئی اُسے سمجھ سکے اور اُس کی داخلیت کا ہم راز ہو۔ لیکن جدید عہد کا انسان ایک ایسا عاشق ہے جو کہ اپنے محبوب سے بے نیاز ہے، اپنے مستقبل سے خوف زدہ ہے، تشکیک کے مرض میں مبتلا ہے اور کبھی تو جنس اور مادیت کو حاصل زندگی سمجھتا ہے اور کبھی اتنا مایوس ہو جاتا ہے کہ خودکشی میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ جدید انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اُسے اس لامحدود دنیاوی مسائل میں بالکل تنہا اور اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے جہاں وہ رکتا ہے تو منزلیں ہی منزلیں دکھائی دیتی ہیں لیکن جب چلنے کا قصد کرتا ہے تو راستہ نہیں ملتا۔ انسانی تنہائی کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ آج کا فرد ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کو نہیں سمجھتا اور خود غرضی کی غلامی میں مبتلا ہے۔ دراصل وہ دوسروں کے احساسات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتا کیونکہ اُس کے پاس وقت نہیں ہے اور یہ سب جدید صنعتی زندگی کے ثمرات ہیں۔ اس ساری بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پاک وہند کے جدید غزل گو شعرا کے کلام میں جدید زندگی کی بے جڑی اور غیر محفوظ کیفیات کے کرب کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جس میں فرد کے وجود میں ایک خلا اور تشنگی ہے کیونکہ جدید انسان کسی روحانی ایمان اور یقین کے بغیر جی رہا ہے۔ اُس کے اردگرد نام نہاد مذہبیت، رسمیت اور عقائد کی نرگسیت کا حصار ہے جس سے وہ باہر نکلنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے ہر کامیابی کے باوجود وہ بے اطمینانی، خلش اور اضطراب کا شکار ہے۔ بلاشبہ تنہائی کے اس کرب نے جدید اُردو غزل کو نئے احساس اور موضوعات سے نوازا جس کے نتیجے میں موضوعاتی تنوع اور فکری رجحانات پیدا ہوئے۔

حوالے

۱۔ عمیق حنفی۔اردو ادب، آزادی کے بعد ،مرتبہ خورشید الاسلام، علی گڑھ: یونی ورسٹی پبلی کیشنز،ڈویژن علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء، ص۹۶

۲۔ سرور الہدیٰ،ڈاکٹر۔نئی اُردو غزل،لاہور: بیکن بکس،۲۰۱۵ء، ص۸۶

۳۔ جابر علی جابر،سید۔جدید نظم، جدید غزل اور جدید طرز احساس، مشمولہ فنون جدید غزل نمبر، جلد اول،لاہور: جنوری ۱۹۶۹ء، ص۲۱۳

۴۔ رشید امجد،ڈاکٹر۔غزل کے نئے اُفق، مشمولہ اوراق (شمارہ خاص، جلد ۲)،لاہور: ۱۹۹۸ء، ص۵۸

۵۔ شمیم احمد۔غزل اور غزل کے معاملات، مشمولہ نگار (سالنامہ) کراچی: ۱۹۶۷ء، ص۶۹

۶۔ احمد ندیم قاسمی،ماضی قریب اور لحہ رواں کی غزل، مشمولہ نقوش (سالنامہ شمارہ نمبر ۱۳۲)،لاہور: جون ۱۹۸۵ء، ص۲۴

۷۔ محمد حسن،ڈاکٹر۔جدید اُردو غزل ۱۹۴۰ء کے بعد،پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء، ص۱۱

۸۔ لطف الرحمن، احساس تنہائی اور نئی غزل، مشمولہ معاصر اُردو غزل مسائل و میلانات، مرتبہ قمر رئیس، دہلی: اُردو اکادمی، ۲۰۱۴ء، ص۸۱